قتل حجر بن عدی

(از جولیس ولہاؤزن بزبان جرمن۔ بعنوان "صدر اسلام میں سیاسی مذہبی مخالف جماعتیں")

ترجمۂ اردو

(جناب علی محسن صدیقی، شعبۂ تاریخ اسلام، کراچی یونیورسٹی، کراچی)

(حضرت) عثمانؓ کی شہادت کا یہ نتیجہ ہوا کہ مسلمان دو گروہ میں بٹ گئے۔ ایک گروہ حامیانِ علیؓ کا اور دوسرا گروہ حامیانِ معاویہؓ کا۔ عربی زبان میں "گروہ" کو "شیعہ" بھی کہتے ہیں۔ اس لئے شیعانِ علیؓ (کی اصطلاح) شیعانِ معاویہؓ کے مقابلہ میں عام ہو گئی۔ لیکن جب (حضرت) معاویہؓ تمام مملکت اسلامیہ کے حاکم ہو گئے تو وہ صرف ایک گروہ کے سربراہ نہ رہے۔ اسی لئے لفظ شیعہ کا استعمال حامیانِ علیؓ کے لئے مخصوص ہو گیا۔ اس استعمال میں (شیعانِ علیؓ) کے خوارج کے ساتھ منافشات کو بھی دخل ہے ان لوگوں نے (حضرت) علیؓ کو اپنا قائد اسی لئے تسلیم نہ کیا تھا کہ وہ رسول (اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچا زاد بھائی، داماد اور ان کے نواسوں کے باپ تھے، کیوں کہ ریاست کی سربراہی کے سلسلہ میں قرابت داری کا حق، جو خالص ملوکیت تھا، عربوں میں متعارف نہ تھا۔ اور اس سے بھی زیادہ یہ کہ اسلام نے اس حق کو تسلیم نہ کیا تھا بلکہ انھوں نے (حضرت) علیؓ کو اس لئے اپنا سربراہ مانا تھا کہ وہ ان کے نقطہ نظر سے قدیم الاسلام صحابۂ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں سب سے افضل تھے۔ اور ان ہی (قدیم الاسلام صحابہؓ) میں سے اس وقت تک خلیفہ منتخب کیا جاتا تھا۔ یہ لوگ جس طرح نبی (کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کے مشیر تھے اسی طرح خلیفہ کے لئے بھی بمنزلہ مجلس شوریٰ کے تھے۔ وہ نیز بڑی حد تک اعلیٰ عہدے داروں کے تبادلہ کے

وقت اس دینی حکومت کے تسلسل کا باعث بھی تھے۔ دراصل (حضرت) علیؓ اس وقت اس اسلامی طبقہ کے نمائندہ تھے جسے یہ مقامِ بلند اپنے فضل اور (غیر رسمی حقِ خلافت) کی وجہ سے حاصل ہوا تھا۔ (حضرت) عثمانؓ کے مقرر کردہ عمال کا اقتدار بالفعل اس (غیر رسمی حق) کے لئے باعث خطرہ تھا۔[1] بنو امیہ کا تعلق زمانۂ جاہلیت کے بت پرستانہ رسوم رکھنے والے ایک اعلیٰ نسب خاندان سے تھا۔[2] (حضرت) علیؓ

---

[1] مصنف کا یہ خیال حقائق پر مبنی نہیں ہے۔ حضرت عثمانؓ کے مقرر کردہ عمال میں سے کسی نے ان کی زندگی میں خلافت کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ ہی زمانۂ مابعد میں ان میں سے کوئی سابق الاسلام صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہ) کے حریف کی حیثیت سے امامت وخلافت کا امیدوار رہا۔ جہاں تک حضرت معاویہؓ کی خلافت کا تعلق ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے کبھی یہ دعویٰ نہ کیا کہ وہ حضرت علیؓ کے بجائے خود خلافت کے دعوے دار ہیں۔ ان کا مطالبہ صرف یہ تھا کہ قاتلینِ عثمانؓ کو ان کے کیفر کردار کو پہنچایا جائے۔ انھوں نے اپنی خلافت کا اعلان سنہ ۴۰ھ میں بیت المقدس میں کیا۔ اگرچہ اس ضمن میں یہ بھی روایت ہے کہ انھوں نے اپنی خلافت کا اعلان واقعۂ تحکیم کے بعد ہی کر دیا تھا مگر خود ولہاوزن نے سنہ ۴۰ھ ہی کی روایت کو درست تسلیم کیا ہے (ملاحظہ ہو ARABI KINGDOM AND ITS FALL مطبوعہ بیروت سنہ ۱۹۶۳ء میں ۹۲ ص ۱۶ ترجمہ (M. G. WEIR) پھر حضرت معاویہؓ تو عمال فاروقی کے زمرے میں آتے ہیں نہ کہ عمال عثمانی کے۔

[2] مصنف کی اس عبارت سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ بنو امیہ نے قبول اسلام کے بعد بھی مشرکانہ رسوم سے اپنے آپ کو وابستہ رکھا اور یہ لوگ اسلام کے سچے پیرو نہ تھے بلکہ حالات سے مجبور ہو کر اسلام لائے تھے بنو امیہ سے تعلق رکھنے والے مندرجہ ذیل افراد سابق الایمان صحابہؓ میں شمار ہوتے ہیں جنھوں نے ہجرت سے پہلے اسلام قبول کیا اور ہجرت حبشہ میں شریک رہے (ابن ہشام ج ۱ ص ۲۴۶ (۳) مصطفیٰ البابی حلبی سنہ ۱۳۵۵ھ

(۱) خالد بن سعیدؓ بن عاص بن امیہ: حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تحریک سے اس وقت اسلام قبول کیا جبکہ صرف تین چار آدمی مسلمان ہوئے تھے (ابن سعد ج ۴ ص ۹۴ - ۹۵) مطبوعہ بیروت سنہ ۱۳۷۷ء

(باقی ص ۴ پر دیکھئے)

کو ابھی خلافت ملی ہی تھی کہ اس روحانی اعیانیت کے دو باقی ارکان ان کے خلاف ہو گئے۔ حالانکہ اس وقت تک یہ دونوں ان کے معاون تھے اور ان میں اپنی (ذات) پر مقدم رکھتے تھے قتل عثمان کی وجہ سے (امت میں) جو غصہ تھا، ان دونوں نے اسے (حضرت) علیؓ کی مخالفت میں تبدیل کر دیا اور (قصاص عثمان) کے حق کے خود متولی بن گئے۔ لیکن حقیقت واقعہ یہ ہے کہ اس ٹکراؤ میں ان تمام لوگوں نے شدت پیدا کی جن میں خلافت کی طمع تھی اور حقِ قصاص صرف عوام کو بھڑکانے اور انہیں ایک پرچم دینے کا بہانہ تھا جس کے نیچے وہ لڑ سکیں[۵۳]۔ (حضرت علیؓ) اپنی صف میں اہل عراق کو شامل

بقیہ ص ۶

(۲) عمرؓو بن سعید بن عاص بن امیہ: اپنے بھائی خالد بن سعید کے حبشہ کی جانب ہجرت کر جانے کے بعد اسلام لائے اور خود بھی حبشہ چلے گئے (ابن سعد ج ۴ ص ۱۰۱ مطبوعہ بیروت ۱۳۷۷ء) (۳) ابو احمدؓ بن جحش (۴) عبداللہ بن جحش (۵) عبدالرحمٰن بن رقیش (۶) یزید بن رقیش (۷) عمرو بن محصن (۸) عکاشہ بن محصن (۹) قیس بن عبداللہ (۱۰) صفوان بن عمرو (۱۱) معیقب بن ابی فاطمہ (۱۲) صبیح (ابن سعد ص ۱۰۲ - ۱۰۴) ان کے علاوہ حضرت عثمانؓ اور ام المومنین ام حبیبہؓ بھی ایسا بقول الاولوں میں سر فہرست ہیں۔ اس فہرست میں، اگر استقصا کیا جائے، تو مزید ناموں کی گنجائش ہے۔ خود حضرت معاویہؓ نے عمرۂ قضا کے موقع پر ۷ھ میں اسلام قبول کیا تھا (ابن کثیر ج ۸ ص ۱۷ مطبوعہ استقامتہ مصر) اسلام کے مخالفوں میں جن امویوں کے نام آتے ہیں وہ ابوسفیان بن حرب، عقبہ بن ابی معیط اور ہند بنت عتبہ زوجہ ابی سفیان ہیں ان میں سے عقبہ جنگ بدر میں گرفتار ہو کر قتل ہوا (ابن خلدون ج ۱ ص ۸۰۔ کراچی ۱۹۶۶ء) بقیہ رہے ابوسفیان اور ان کی بیوی ہند تو انھوں نے اسلام کے بعد جاں نثاری سے دریغ نہ کیا۔ شام کے معرکوں میں دونوں میاں بیوی شریک رہے۔ یرموک کی جنگ میں ابوسفیان کی ایک آنکھ جاتی رہی (ابن خلدون ج ۱ ص ۲۷۲) آنحضرتؐ نے فتح مکہ کے بعد عتاب بن اسید اموی کو مکہ کا گورنر مقرر کیا حالانکہ وہ کم عمر نوجوان تھے (ابو الفداء ج ۱ ص ۱۴۸ مطبوعہ حسینیہ مصر) ابوسفیان کو نجران کا والی خالد

(باقی ص ۸ پر دیکھیے)

کرسکے۔ اور یہ لوگ (حضرت) عثمانؓ کے خلاف فتنہ بپا کرنے والوں میں سب سے پیش پیش تھے اسلئے (حضرت) علیؓ کو نہ منتقل ہوگئے۔ اس کے بعد انھوں نے (اہل) بصرہ کو بھی اپنا طرفدار بنالیا۔ مگر (حضرت)

۱؎ بن سعید کو صنعا اور یمن کا، عثمان بن سعید کو تیما اور خیبر کا اور ابان بن سعید کو بحرین کا والی مقرر کیا (ابن تیمیہ۔ منہاج السنۃ ج ۳ ص ۱۷۳ - ۱۷۶ مطبوعہ بولاق ۱۳۲۱ھ) کیا مشرکانہ رسوم رکھنے والوں کو نو مفتوحہ علاقوں کا والی مقرر کیا جاسکتا تھا؟ حقیقت یہ ہے کہ بنوامیہ بھی اتنے ہی اچھے مسلمان تھے جتنے کہ دوسرے لوگ

۲؎ یہ ارشادہ حضرات طلحہؓ و زبیرؓ کی جانب ہے۔ یہ رائے درست نہیں کہ ان دونوں اور ان کے علاوہ جن دیگر حضرات نے بشمول ام المومنین حضرت عائشہؓ قصاص عثمانؓ کا جو مطالبہ کیا وہ صرف حصول خلافت کی طمع میں تھا۔ اور یہ لوگ اس بہانے سے حضرت علیؓ کو معزول کرکے خود برسر اقتدار آنا چاہتے تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ دونوں حضرات (طلحہؓ و زبیرؓ) اس وقت اپنا نام واپس نہ لیتے جب حضرت عثمانؓ کا انتخاب ہوا۔ اور نہ ہی اس وقت انکار کرتے جب شہادت عثمانؓ کے بعد باغیوں نے ان کی بیعت کرنی چاہی (طبری ج ۴ ص ۴۳۲ - دارالمعارف مصر ۱۹۶۳ء) طلحہؓ و زبیرؓ نے امارت کی کبھی تمنا نہ کی۔ عہد فاروقیؓ میں انہیں کسی صوبہ کی ولایت تفویض کی گئی۔ اور نہ ہی ان کی کسی ایسی خواہش کی کسی مورخ نے نشان دہی کی ہے۔ حضرات طلحہؓ و زبیرؓ نے امارت وحکومت کے معاملات سے بس اس قدر تعلق رکھا کہ عہد فاروقی میں شوریٰ میں یہ لوگ شامل رہے۔ اور حضرت زبیرؓ مصر امدادی فوج کے ساتھ گئے۔ عہد عثمانیؓ میں انھوں نے عموماً سیاست سے اپنے کو علیحدہ رکھا۔ جنگ جمل کے موقع پر بھی جب حضرت علیؓ نے ان سے اپنے موقف کی وضاحت کی تو یہ لوگ جنگ سے الگ ہوگئے۔ اور سبائیوں کے ہاتھوں شہید ہوئے ایسے اصحاب کرامؓ کے بارے میں ان کی بےنفس وبے تعلق زندگی کے پیش نظر حصول اقتدار کا الزام درست نہیں۔ یہی کیفیت ام المومنین حضرت عائشہؓ کی ہے۔

علیؓ کے لئے یہ سارے امور اپنے پیماں شکن حریفوں کے خلاف ایک خونی جنگ کے بعد ممکن ہو سکے۔

اب رہے (حضرت) معاویہؓ تو ان کے ساتھ شام (والے) تھے۔ وہ ان پر ایک طویل مدت سے حکومت کر رہے تھے۔ اس لئے ان کا اور (حضرت) علیؓ کا ٹکراؤ اہل شام اور اہل عراق کے مابین ٹکراؤ میں تبدیل ہو گیا۔ اور اس ٹکراؤ کا خاتمہ (حضرت) علیؓ کے قتل پر ہوا، جو اہل عراق کے مصالح کیخلاف تھا۔ لیکن یہ (عراقی) ملتِ اسلامیہ کی اس وحدت میں، جو از سرنو (حضرت) معاویہؓ کی فضیلت کے باعث وجود میں آئی تھی، مجبوراً اپنی مرضی کے خلاف داخل ہوئے۔ اور وہ بھی دکھاوے کے لئے نہ کہ دلوں سے۔ یوں اہل شام کے تسلط کے خلاف (حضرت) علیؓ کی ذات ان کے لئے علم جنگ بن گئی۔ انکے نقطۂ نگاہ سے وہ مختصر دور، ایک مثالی دور تھا، جس میں دمشق کے بجائے کوفہ اسلام کا پایۂ تخت تھا۔ اور اس میں مسلمانوں کا بیت المال تھا۔ شیعوں کو اولاً عراق میں فروغ ہوا۔ یہ لوگ دراصل کوئی دینی فرقہ نہ تھے، بلکہ اس علاقہ میں سیاسی رائے رکھنے والا ایک گروہ تھے۔ اس لئے عراق کے تمام باشندے خصوصاً اہل کوفہ، بادنیٰ تفاوت شیعہ تھے۔ یہ خیالات صرف افراد تک محدود نہ تھے بلکہ ان میں قبائل اور رؤسائے قبائل بھی شریک تھے۔ ان میں جو فرق تھا وہ صرف شیعیت کے مدارج میں تھا۔ ان کی نگاہوں میں (حضرت) علیؓ ان کے ملک کی گم گشتہ سیادت کی علامت تھے اور یہیں سے انکی ذات اور ان کے اہل خاندان کی تقدیس (کا نظریہ) پیدا ہوا۔ یہ ایسی تقدیس تھی جو حضرت علیؓ کو انکے حین حیات حاصل نہ ہوئی۔ اگرچہ جلد ہی یہ (نظریۂ) تقدیس ایک خفیہ مذہب کی آغوش میں (پروان چڑھ کر) ذاتِ علیؓ کی حقیقی عبادت میں تبدیل ہو گیا۔

جب تک شیعوں کی تاریخ کا تعلق کوفہ سے رہا ابو مخنف اس کا مستند ترین ماخذ ہے اور انکے حالات وواقعات کے بیان میں، خواہ وہ کتنے ہی طویل کیوں نہ ہوں، طبری عموماً ابومخنف کے سوا کسی اور راوی پر اعتماد نہیں کرتا۔

جب عراق میں (حضرت) معاویہؓ کا اقتدار مستحکم ہو گیا تو انھوں نے (حضرت) مغیرہؓ بن شعبہ ثقفی کو وہاں کا والی مقرر کیا۔ اور انہیں تمام امور میں اختیارِ کلی دے دیا۔ لیکن انھوں نے

(حضرت) مغیرہ کو نصیحت کی کہ وہ (حضرت) علیؓ کو گالیاں دیں اور ان کی برائی کریں۔ (حضرت) عثمانؓ کے لئے دعائے مغفرت کریں اور اصحاب علیؓ کی عیب گیری کریں۔ انہیں (اپنے سے) دور رکھیں ان کی بات نہ سنیں اور یہ کہ نماز جمعہ میں منبر سے (حضرت) علیؓ کی برائی اور دشنام طرازی، قاتلین عثمانؓ کی عیب جوئی اور ان پر لعنت کی روش کو ترک نہ کریں وغیرہ یہ کہ لعن طعن (کے موقع پر) (حضرت) علیؓ کے چند متشدد حامیوں کو جن کے نام (حضرت) معاویہؓ نے (حضرت) مغیرہؓ کو بتائے تھے، حاضر رہنے پر مجبور کریں (حضرت) علیؓ کے حامیوں میں حجر بن عدی بھی تھے، جو اگرچہ قبیلۂ کندہ کے سردار نہ تھے مگر ان کا شمار اس کے سربرآوردہ لوگوں میں ہوتا تھا۔ وہ (حضرت) علیؓ کے ساتھ صفین اور دوسری لڑائیوں میں موجود تھے۔ جب حجر اس (لعن طعن) کو سنتے تو کہتے "اللہ تمہیں لوگوں کا برا کرے اور (تمہیں) پر لعنت بھیجے"۔ (جب حضرت) مغیرہؓ یہ (جملے سنتے تو) حجر کو ڈراتے مگر انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچاتے تھے۔ (حضرت) مغیرہؓ کے (عہد ولایت کے) آخری دنوں میں ایک دن ایسا ہوا کہ وہ حسب عادت (منبر پر) کھڑے ہو کر (حضرت) علیؓ کی برائی کرنے لگے۔ حجر بھی اپنی جگہ سے اٹھے اور (حضرت) مغیرہؓ پر زور سے چلائے اور کہا، جسے سب لوگوں نے سنا جو مسجد میں اور مسجد کے باہر (موجود) تھے کہ "اے شخص تجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ تو اپنے بڑھاپے میں کس کے ساتھ محبت کرتا ہے۔ ہمارے وظائف کی ادائیگی کا حکم دے، جسے تو نے روک رکھا ہے۔ حالانکہ تجھے اس کا اختیار نہیں۔ جو شخص تجھ سے پہلے (یہاں کا والی) تھا اس نے اس کی طمع نہ کی۔ امیرالمومنین (علیؓ) کی برائی اور مجرموں کی تعریف کرنا تیرا پسندیدہ مشغلہ بن گیا ہے۔" حجر کے ساتھ دو تہائی

سلہ طبری کی جس روایت کا یہاں حوالہ ہے اس میں یہ مذکور ہے کہ حضرت مغیرہؓ نے حضرت عثمانؓ کی تعریف کی اور ان کے لئے دعائے مغفرت کی اور اس کے بعد قاتلین عثمانؓ پر بددعا کی۔ حضرت علیؓ کی برائی کے کسی لفظ کا ذکر نہیں ہے۔ غالباً قاتلین عثمانؓ پر بددعا کے فقرے سے فاضل مصنف نے حضرت علیؓ کی بدگوئی کا مفہوم لیا ہے۔ جو قیاس مع الفارق ہے (طبری ج ۵ ص ۲۵۴)
ص ۲ (آگے صلا پر دیکھئے)

سے زیادہ آدمی کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے " اللہ کی قسم حجر نے بالکل سچ کہا ہے۔ ہمارے وظائف کی ادائیگی کا حکم دے، کیوں کہ ہم تیری اس بات (سبِ علیؓ) سے نہ تو کوئی نفع حاصل کرتے ہیں اور نہ ہی یہ ہمیں کسی قسم کا فائدہ پہنچاتی ہے" (طبری ج ۲ ص ۱۱۳) (یہ سن کر حضرت) مغیرہؓ منبر سے اتر کر اپنے گھر چلے گئے۔ ان کی قوم بنو ثقیف کے لوگ ان کے پاس آئے اور ان سے اس بارے میں بات چیت کی۔ ان لوگوں کے جواب میں (حضرت) مغیرہ نے کہا " میں نے اس (حجر) کو قتل کر دیا ہے! میرے بعد جو والی (کوفہ) آئے گا حجر اسے بھی میرے ہی جیسا سمجھے گا اور اس کے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک کرے گا جیسا کہ تم لوگ دیکھ رہے ہو، وہ میرے ساتھ کر رہا ہے۔ اسے نیا والی پہلی ہی باری میں پکڑ لے گا اور نہایت بری طرح قتل کر دے گا۔ میری موت کا وقت قریب آ پہنچا ہے۔ اور میرا کام کمزور ہو گیا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ اس شہر کے اچھے لوگوں کے قتل اور ان کی خونریزی کی ابتدا کروں کہ وہ لوگ اس کی وجہ سے سعادت حاصل کریں اور میں بدبختی۔ معاویہؓ دنیا میں غالب و باعزت رہیں اور مغیرہؓ قیامت کے دن ذلیل ہو۔" (طبری ج ۲ ص ۱۱۴)

(حضرت) مغیرہؓ کے جانشین کے ہاتھوں حجر کا انجام نہایت ہی عبرتناک ہوا۔ سنہ ۵۱ھ میں کوفہ میں والیٔ بصرہ زیاد ابن ابیہ (حضرت) مغیرہؓ کے جانشین ہوئے۔ یوں کوفہ اور بصرہ دونوں شہروں کی گورنری ان کو تفویض کر دی گئی۔ ابو مخنف کی روایت میں زیاد کے پہلی بار کوفہ آنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ مگر مدائنی نے بیان کیا ہے کہ زیاد چند آدمیوں کے ہمراہ کوفہ آئے، منبر پر چڑھے اور منجملہ دیگر باتوں کے یہ بھی کہا کہ انھوں نے کوفہ میں امن و ضبط و نظم کی عملداری پائی۔ اس لئے اس بات کی ضرورت نہیں ہے کہ بصرہ کی طرح (یہاں بھی) وہ اپنے کام کا آغاز لوگوں سے قیام امن اور ضبط و نظم کے اقرار سے کریں۔ لوگوں نے ان کی اس تعریف کا شکریہ یوں

بقیہ صفحہ ۹

"مجرموں کی تعریف" سے راوی کا مطلب یہ ہے کہ حجر حضرت عثمانؓ کو (نعوذ باللہ) مجرم سمجھتے تھے۔ ظاہر ہے حجر کا یہ عقیدہ عامۃ المسلمین کے عقیدے کے خلاف اور ان کے نزدیک قابلِ سرزنش ہے۔

ادا کیا کہ انہیں کنکریوں سے مارا۔ زیاد نے مسجد کے دروازوں کو بند کروا دیا۔ وہ کسی کو (اس وقت تک) باہر نکلنے کی اجازت نہ دیتے، جب تک کہ وہ یہ قسم نہ کھاتا کہ اسنے پتھر نہیں مارے۔ تھوڑے آدمیوں نے قسم کھانے سے انکار کیا، زیاد نے ان کے ہاتھ کٹوا دیئے۔ یہ قصہ خوب صورت سہی مگر اس کے بیان میں تسلسل نہیں ہے۔ اور اسی سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ امر واقعہ کے خلاف ہے۔

لیکن جیسا کہ طبری ج ۲، ص ۱۱۴ میں مذکور ہے، عوانہ کی روایت اس سے مختلف ہے جس وقت زیاد نے پہلی بار کوفہ کے منبر پر خطبہ دیا تو عوانہ کسی واقعہ کا ذکر نہیں کرتا۔ اور جب زیاد نے اپنے خطبے کے اختتام پر (حضرت) علیؓ پر لعن طعن اور (حضرت) عثمانؓ کی تعریف کی، تو ان کی تردید میں ایک آواز بلند نہ ہوئی اور وہ اطمینان سے بصرہ لوٹ گئے[۵] انھوں نے کوفہ پر عمرو بن حریث کو مستقل طور سے اپنا نائب مقرر کیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ شیعہ دلیر ہو گئے تھے، ان کے ساتھ (حضرت) مغیرہؓ کی نرمی کی وجہ سے انہیں (مزید) تقویت پہنچی تھی۔ حجر بن عدی ان لوگوں کے سردار تھے۔ انھوں نے عمرو بن حریث پر دست درازی کی اور نماز کے دوران

---

۵ نجانے مؤلف نے یہ بات کہاں سے لکھ دی ہے کہ زیاد کی تردید میں کوئی آواز بلند نہ ہوئی حالانکہ طبری میں صاف صاف یہ مذکور ہے کہ "پھر زیاد منبر پر چڑھے۔ انھوں نے حضرت عثمانؓ اور انکے حامیوں کی تعریف کی اور انکے قاتلوں پر لعن طعن کی۔ (یہ سن کر) حجر اٹھ کھڑے ہوئے اور انھوں نے وہی باتیں کہیں جو مغیرہؓ سے کہتے تھے" (طبری ج ۵ ص ۲۵۶) یہاں بھی قاتلینِ عثمانؓ پر لعن کو سبّ علیؓ سے تعبیر کیا گیا ہے جو محل نظر ہے روایت کو طبری کے ان آخری فقروں کی روشنی میں دیکھا جائے تو ماننا پڑے گا کہ زیاد نے بھی ابتدا میں حجر کی جانب سے تسامح برتا اور ان کے مخالفانہ رویہ سے چشم پوشی کی اور ان کی حکمت عملی ابتدا میں درگذر و عفو کی تھی مگر بعد میں انہیں حالات سے مجبور ہو کر سخت روش اختیار کرنی پڑی۔

ان کو کنکریوں سے مارا۔ (یہ اطلاع پاکر) زیاد بصرہ سے نہایت سرعت کے ساتھ کوفہ آئے اور منبر پر چڑھے۔ ان کے جسم پر ریشمی قبا اور سبز اونی دھاری دار چادر تھی جس کے روئیں بکھر گئے تھے۔ انھوں نے حاضرین (مسجد) کے روبرو موقع کی نزاکت کا اظہار کیا اور حجر کو دھمکایا۔ حجر مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے گرد ان کے ساتھی تھے (زیاد کی تقریر سن کر) حجر اپنے ساتھیوں سمیت چپکے سے مسجد سے نکل گئے[۵۶] اس نقطہ پر ابومخنف حسب بیان طبری اپنی روایت کو دوبارہ شروع کرتا ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ زیاد نے اپنی کارروائی کا آغاز مسجد ہی سے کیا۔ انھوں نے اس کی ابتدا یوں کی کہ اشراف کوفہ کو پکڑوا بلوایا اور ان سے چلا کر کہا "تم لوگ میرے ساتھ ہو، جب کہ تمہارے بھائی بیٹے اور سارا خاندان حجر کے ساتھ ہیں۔ اگر تم لوگ اپنی برأت کا ثبوت اپنے فعل سے نہ دوگے تو میں اہل شام کو (یہاں) لاؤں گا" زیاد کی اس بات کا ان لوگوں پر اثر ہوا۔ اور ان میں سے ہر ایک اپنے عزیز کو تیزی کے ساتھ تلاش کرنے لگا۔ یہاں تک کہ ان (اشراف) نے حجر بن عدی کے ساتھ جو لوگ (مسجد کے قریب) بازار میں تھے ان کی اکثریت کو وہاں سے ہٹا لیا۔ بعد ازاں پولیس والے اپنے ڈنڈے لئے آئے اور انھوں نے حجر کے ساتھیوں پر سختی شروع کی۔ زیاد منبر پر بیٹھے ہوئے یہ (ماجرا) دیکھ رہے تھے۔ مگر حجر کو ابو العمرطہ کندی نے (پولیس کی گرفت سے) نجات دلوائی۔ اس مجمع میں صرف وہی ایسا شخص تھا جس کے پاس تلوار تھی

---

[۵۶] اس روایت کے مطابق زیاد کی امارت کوفہ کے پہلے ہی سال یعنی ۵۰ھ میں حجر کا واقعہ پیش آنا چاہیئے۔ مگر طبری نے مدائنی کی روایت کی رو سے (ج۲ ۱۱۲ع۶) و نیز ابلیا نصیبی نے یہ بیان کیا ہے کہ حجر کا واقعہ زیاد کی وفات کے سال یعنی ۵۳ھ میں پیش آیا (حاشیۂ مؤلف) یہاں یہ امر ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ مولف کے پیش نظر طبری کا نسخہ مطبوعہ لیڈن ہے۔ جب کہ مترجم کے حوالہ جات کی بنیاد اس نسخہ پر ہے جو آج کل دار المعارف مصر سے بالاقساط شائع ہو رہا ہے۔ اور اب تک اس کی سات جلدیں چھپ چکی ہیں۔

اس نے حجر کا تعاقب کرنے والی (پولیس) کے ایک شخص کے تلوار ماری۔ مگر اس کا وار کاری نہ تھا۔ (اس حملے سے افراتفری پھیل گئی) اور یوں حجر اپنی قوم کے پاس پہنچ سکے۔ ان کے گرد ان کی قوم کے اتنے لوگ جمع ہوگئے جو (کسی طرح) کم نہ تھے۔ جب زیاد نے یہ دیکھا کہ پولیس کی تعداد کافی نہیں ہے۔ تو انھوں نے کوفہ کے تمام قابل جنگ افراد کو طلب کیا۔ لیکن انھوں نے قبائل مضر کو مسجد کے سامنے کے میدان میں اپنے پاس روک لیا اور اہل یمن کو جن میں سے حجر بھی تھے ان کے خلاف روانہ کیا۔ؔ؎ تاکہ قبائل اور اہل یمن کے درمیان اس نازک صورت حال میں ہنگامہ اور اختلاف واقع نہ ہو۔ اور نیز یہ (یمنی) ان کے مطیع رہیں اور یوں اپنے قبیلے کے ایک فرزند اور اپنے ایک ہم خیال کے خلاف (کیونکہ یہ لوگ بھی اسی کی طرح دل میں شیعہ تھے) پولیس کے فرائض انجام دیں۔ مگر قبیلۂ کندہ

؎ تعجب ہے کہ طبری نے قبائل ربیعہ کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ اس نے مضر میں سے تمیم، ہوازن، باہلہ (اعصر) اسد اور غطفان کا اور اہل یمن میں سے مذحج و ہمدان اور ازد، بجیلہ، خثعم، انصار، خزاعہ اور قضاعہ کا تذکرہ کیا۔ ان میں کندہ و حضرموت کا اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ انصار جن کا ذکر اہل یمن کے ضمن میں آیا ہے، انصار مدینہ (حسب بیان طبری ج ۲ ص ۱۳۸۲ اہل العالیہ) کے علاوہ ہیں جو مضر کی جانب منسوب ہیں (حضرت) عمر رضؓ کے عہد میں کوفہ کو سات حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا مگر طبری (ج ۱ ص ۲۴۹۵) نے صرف چھ کا ذکر کیا ہے (۱) کنانہ، احابیش اور جدیلہ (۲) قضاعہ (غسان بن ہشام)، بجیلہ، خثعم، کندہ، حضرموت، ازد (۳) مذحج، حمیر و ہمدان (۴) تمیم، رباب و ہوازن (۵) اسد، غطفان، محارب، نمر، ضبیعہ (بکر) و تغلب (۶) ایاد، عک، عبدالقیس، اہل ہجر اور حمراء (ایرانی) زیاد نے کوفہ کو چار حصوں میں بانٹا (۱) اہل مدینہ (۲) تمیم و ہمدان (۳) ربیعہ و کندہ (۴) مذحج و اسد۔ ہر حصے میں مختلف قبیلوں اور عشیروں کو خلط ملط کرکے بسایا گیا تھا۔ یہ وحدتیں جو مقامات سکونت پر مبنی تھیں عددی قوت میں قریب قریب مساوی تھیں۔ ان کے سردار روسائے قبائل نہ تھے بلکہ ان پر والی کی جانب سے حکام مقرر تھے ان قبائل میں سب سے مضبوط قبیلے دو تھے مذحج اور ہمدان۔ جو ایک دوسرے کے حلیف تھے (حاشیۂ مولف)

اور ان کے حضر موت کے قرابت داروں نے زیاد کا حکم نہ مانا۔ کیوں کہ یہ حکم ان لوگوں کے خلاف تھا یا کم از کم ان کی قوم کے ایک فرد کے خلاف تھا۔ ایسا ہی ظاہری طور پر ازد نے بھی کیا۔ اور جب یہ لوگ قبیلہ کندہ کے محلے میں آئے تو انھوں نے گھر گھر جا کر معذرت کی۔ اور بنو مذحج و بنو مہران کے لئے یہ بات چھوڑ دی کہ وہ (حجر کے خلاف) پیش قدمی کریں۔ سو یہ لوگ بغیر کسی رکاوٹ کے بڑھے اور حجر کے گھر تک پہنچ گئے۔ یہاں انہیں مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ کیونکہ جب حجر کا گھر گرا دیا گیا (یا اس کا محاصرہ کر لیا گیا) تو بنو جبلہ جو ان کے رشتہ دار تھے (وہاں) آ گئے اور انھوں نے ان کا دفاع کیا۔ اسی طرح (حجر) کی مدد ان لوگوں نے بھی کی جو ان کے موافق نہ تھے۔ کہا جاتا ہے کہ حجر نے ان لوگوں سے یہ درخواست کی کہ وہ اپنے اسلحے نیام میں کر لیں اور منتشر ہو جائیں۔ اگرچہ بات ان کی درخواست کے بغیر بھی جلد ہی ہونے والی تھی۔ (بہرکیف اس دار و گیر میں) حجر کو بھاگنے کی مہلت مل گئی۔ اس کے بعد زیاد نے پولیس کو حجر کے تعاقب کا حکم دیا۔ حجر ایک محلے سے دوسرے محلے ایک شارع سے دوسرے شارع اور ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہونے لگے[؎] ان آبادیوں کے درمیان اشراف قبیلہ حجر کی

؎ ۔ ہر قبیلہ الگ محلے میں، ہر بطن الگ شارع پر اور ہر کنبہ الگ منزل میں رہتا تھا۔ محلے کا نام قبیلہ کے نام پر اور شارع کا نام بطن کے نام پر رکھا گیا تھا۔ اور یوں کوفہ کی آبادی سے عربوں کے انساب کا حال معلوم ہوتا ہے۔ بصرے کی صورتِ حال بھی اس سے مختلف نہ تھی (حاشیۂ مؤلف) عربی معاشرے کے اجزائے ترکیبی یہ تھے :۔

(۱) شعب :۔ یہ قبائل کی سب سے بڑی تقسیم تھی مثلاً عدنان و قحطان میں سے ہر ایک الگ شعب ہے

(۲) قبیلہ :۔ یہ شعب کے انساب پر مشتمل ہوتا ہے۔ مثلاً عدنان کے شعب سے ربیعہ و مضر کے قبائل نکلے۔

(۳) عمارہ :۔ اس میں قبائل کی شاخیں شامل ہوتی ہیں مثلاً مضر کی شاخیں قریش و کنانہ وغیرہ۔

(باقی صفحہ ۱۶ پر ملاحظہ فرمائیں)

رہنمائی کے فرائض انجام دیتے تھے، کیونکہ حجر کی جانب لوگوں کا عام میلان تھا۔ وہ جہاں بھی جاتے انہیں عام پناہ مل جاتی لیکن انھوں نے اپنے پناہ دینے والوں کو نقصان پہنچانا نہ چاہا۔ اس لئے جب پولیس ان کے قریب پہنچ جاتی تو وہ اپنی اس پناہ گاہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ منتقل ہو جاتے تھے آخر میں انھوں نے بنو ازد کے ایک شخص کے گھر میں پناہ لی۔ یہاں پولیس والوں کو ان کا سراغ نہ مل سکا، اس لئے وہ لوگ حجر کے بے نتیجہ تعاقب سے رک گئے۔ ان موقع پر زیاد نے تمام ہنگامے کی ذمہ داری قبیلہ کندہ پر ڈال دی اور اس کے سردار محمد بن اشعث کو، بانی فساد حجر بن عدی کو تین دن کے اندر حکومت کے حوالہ نہ کر دینے کی صورت میں سخت سزا کی دھمکی دی (آخر کار) یہ وعدہ لینے کے بعد کہ حجر کے بارے میں زیاد خود کوئی فیصلہ نہ کریں گے بلکہ انہیں جلد ہی خلیفہ کی خدمت میں (دمشق) بھیج دیں گے تاکہ وہ ان کے متعلق جو چاہیں کریں۔ وہ زیاد کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حجر زیاد کے پاس ایک سرد صبح کو آئے۔ وہ لانبی ٹوپی پہنے ہوئے تھے۔ انہیں قید کر دیا گیا۔ حجر نے اس معاملہ میں بے کار بحث و حجت کا (بھی) ارادہ کیا وہ پندرہ دن تک قید رہے[۹] اس دوران میں زیاد کا صرف یہ کام تھا کہ حجر کے ساتھیوں میں سے سرغنوں کی

بقیہ ص ۱۵

۴ ۔ بطن :۔ اس میں عمارہ کی شاخیں شامل ہوتی ہیں مثلاً قریش کی شاخیں بنو عبد مناف و بنو مخزوم وغیرہ

۵ ۔ فخذ :۔ جس میں بطن کے انساب شامل ہوں مثلاً بنو عبد مناف کی شاخیں بنو ہاشم و بنو امیہ وغیرہ

۶ ۔ فصیلہ :۔ جس میں فخذ کے انساب شامل ہوں مثلاً بنو ہاشم کے فخذ بنو عباس و بنو ابی طالب وغیرہ

۷ ۔ اسرہ :۔ خاندان

(ماوردی ۔ الاحکام السلطانیہ ۔ ص ۲۰۵ ۔ مطبوعہ مصطفےٰ بابی حلبی، مصر ۱۳۸۶ھ)

۹ ۔ مولف نے حجر کی مدت اسیری پندرہ یوم بتائی ہے۔ مگر طبری میں دس راتوں کا ذکر ہے۔ طبری کے یہ الفاظ ہیں "پس حجر دس راتوں تک قید میں رہے" (طبری ج ۵ ص ۲۶۵)

تلاش جاری رکھی۔ سوان میں سے قریباً بارہ[۱۲] آدمی ان کے پاس لائے گئے۔ ان لوگوں کا تعلق مختلف قبائل سے تھا[۱۰] ان لوگوں کے بارے میں ان کے خاندان والوں نے اطلاع دی یا انھوں نے اپنے کو از خود ظاہر کر دیا۔ مگر ان میں سے کسی نے بھی زیاد کی سزا سے بچنے کی خاطر (حضرت) علیؓ سے اپنی وابستگی کا انکار نہیں کیا۔

(بعد ازاں) زیاد حجر اور ان کے ساتھیوں کے خلاف فرد جرم مرتب کرنے میں مصروف ہو گئے کہ حجر نے اپنے گرد لوگوں کا ایک گروہ جمع کیا، خلیفہ (حضرت معاویہؓ) کو علانیہ گالیاں دیں اور لوگوں کو امیر المومنین (حضرت معاویہؓ) سے جنگ کی دعوت دی۔ اس الزام کی صحت پر لوگوں سے گواہی کے دستخط لینے کی خاطر سرداران ارباع نے بڑی تگ و دو کی۔ انھیں بہت سے گواہوں کو چھوڑنا پڑا۔ کیونکہ صرف ستر گواہوں کی ضرورت تھی۔ ان لوگوں میں سے کچھ نے بعد میں اپنے دستخط سے معذرت کی اور بعض نے دستخط ہی سے انکار کر دیا[۱۱] ان میں قاضی شریح بن حانی حارثی تھے، جنھوں نے اپنے دستخط سے بے تعلقی ظاہر کی (وہ کہتے تھے): میں نے گواہی نہیں دی ہے۔ اور مجھے

۱۰؎ حجر بن عدی کندی کے علاوہ گیارہ افراد جو گرفتار کرکے دمشق بھیجے گئے ان کے نام یہ ہیں (۱) ارقم بن عبداللہ کندی، (۲) شریک بن شداد حضرمی (۳) صیفی بن فسیل (۴) قبیصہ بن ضبیعہ عبسی (۵) کریم بن عفیف خثعمی (۶) عاصم بن عوف بجلی (۷) ورقاء بن سمی بجلی (۸) کدام بن حیان عنزی (۹) عبدالرحمن بن حسان عنزی، (۱۰) محرز بن شہاب تمیمی (۱۱) عبداللہ بن حویہ سعدی تمیمی۔ ان کے بعد زیاد نے دو آدمی اور گرفتار کرکے دمشق بھیجے جن کے نام عتبہ بن اخنس سعدی بکے از بنی ہوازن اور سعید بن نمران ہمدانی تھے۔ اور یوں مجرمین کی تعداد چودہ ہوگئی (طبری ج ۶ ص ۲۷۱ - ۲۷۲)

۱۱؎ اس فرد جرم پر شاہدوں کے اپنے ہاتھ کے دستخط نہ تھے یا کم از کم تمام شاہدوں کے اپنے دستخط نہ تھے۔ (حاشیۂ مؤلف)

یہ اطلاع ملی ہے کہ میری گواہی لکھی گئی ہے[۱۲]) پھر یہ فرد جرم دو پولیس والوں کے حوالے کی گئی۔ جو اسیروں کو (حضرت) معاویہؓ کے پاس شام لے کر جانے والے تھے۔ ایک شام کو یہ غمزدہ جماعت روانہ ہوئی[۱۳] جب یہ لوگ میدانِ عرزم[۱۴] میں پہنچے تو قبیصہ بن ضبیعہ عبسی نے اپنے گھر پر ایک نگاہ ڈالی۔ اس کی بیٹیاں بلندی پر کھڑی دکھائی دیں۔ اس نے پولیس والوں سے اپنے اہل وعیال کو وصیت کرنے کی اجازت مانگی۔ انھوں نے اسے اس کی اجازت دے دی۔ چنانچہ اس نے اپنی بیٹیاں کو صبر کی تلقین کی۔ ان اسیروں کو چھڑانے کے لئے کوئی بھی آگے نہ بڑھا، حالانکہ ایسا کرنا نہایت آسان تھا (بات یہ تھی کہ) زیاد کی سطوت سے قبائل کوفہ کا خوف، جس کا مظہر یہ دو پولیس والے تھے، ان لوگوں کے لئے موت کے ڈر سے بھی زیادہ بھیانک تھا۔ (اس پر) لوگوں نے کہا بلاشبہ یہ ان کی جماعت کا خاتمہ ہے۔ یہ تمام لوگ دمشق سے پہلے ایک مقام پر جسے مرج عذرا کہتے ہیں (اور جہاں سے دمشق بارہ میل رہ جاتا ہے) روک دیئے۔ قیدیوں کو بیڑیوں میں باقی رکھا گیا۔

---

۱۲ شریح نے اس مضمون کا ایک عریضہ انہیں پولیس والوں کے ہاتھ حضرت معاویہؓ کے پاس بھیجا تھا (طبری ج ۵ ص ۲۷۱)

۱۳ یہ لوگ شام کے وقت نہیں، بلکہ رات کو کوفہ سے صاحب شرطہ کی معیت میں روانہ ہوئے طبری کے الفاظ یہ ہیں: "یہ لوگ رات کو کوفہ سے نکالے گئے اور ان کے ساتھ صاحب شرطہ (افسر پولیس) خارج کوفہ تک گیا" (طبری ج ۵ ص ۲۷۰)

۱۴ جبانہ کے معنی مقبرہ، صحرا، سبزہ زار اور اونچے میدان کے ہیں (القاموس المحیط فیروز آبادی ج ۴ ص ۲۱۰) مطبوعہ مصطفی بابی حلبی، مصر ۱۳۷۱ھ) بروایت طبری (ج ۵ ص ۲۷۰) قبیصہ کا گھر "جبانہ عرزم" میں تھا۔ ظاہر ہے کہ مقبرہ یا صحرا میں کسی کا گھر کیسے ہوگا۔ عبارت میں قبیصہ کی بیٹیوں کے لئے "مشرفات" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی بلندی پر دکھائی دینے کے ہیں اس لئے یہاں جبانہ سے مراد سبزہ زار بھی نہ ہوگا بہر حال ہم نے "جبانہ عرزم" کا میدان عرزم ترجمہ کیا ہے۔

جب (حضرت) معاویہؓ کے سامنے ان لوگوں کی فردِ جرم پیش کی گئی تو انھوں نے اس کے مندرجات کو درست سمجھا اور جو کچھ حجر نے کہلا بھیجا تھا اسے صحیح نہ مانا۔ (حجر نے) قاصدوں کو مجبور کیا تھا کہ (ان کی بات) وہ (حضرت معاویہؓ تک پہنچا دیں۔ (ہاں) انھوں نے یہ (ضرور کیا کہ) زیاد سے اس سلسلہ میں (پھر) استفسار کیا۔ (زیاد نے اس کے جواب میں جو کچھ لکھا) اس سے (متاثر ہو کر) (حضرت) معاویہؓ نے فردِ جرم (کے مندرجات) کی تائید کی۔

(بہر کیف) ان (ملزمین) میں سے (حضرت) معاویہؓ نے چھ افراد کی رہائی کا حکم دیا، مگر انھوں نے حجر بن عدی کے بارے میں مالک بن ہبیرہ سکونی کی سفارش کو رد کر دیا۔ گو (حضرت معاویہؓ نے) اس کے باوجود حجر اور باقی لوگوں کو اس شرط کے ساتھ معاف کر دینا چاہا کہ وہ (حضرت) علیؓ سے بے تعلقی کا اظہار کریں۔ ان میں سے دو نے ایسا کرنا منظور کر لیا اور ان کی جان بچ گئی۔ اگرچہ ان دونوں نے بعد میں (حضرت) علیؓ سے پیمان برائت کو توڑ دیا تھا۔ باقی چھ افراد قتل کر دیے گئے[۱۵] حجر نے جب دیکھا کہ کفن تیار ہو چکا ہے، قبر کھودی جا چکی ہے، اور تلوار بلند

---

[۱۵] حجر کے ساتھیوں میں سے مندرجہ ذیل چھ آدمی اپنے اعزہ کی سفارشوں پر رہا کر دیے گئے:

(۱) عاصم بن عوف بجلی (۲) ورقاء بن سُمی بجلی (۳) ارقم بن عبداللہ کندی (۴) عتبہ بن اخنس سعدی ہوازنی (۵) سعید بن نمران ہمدانی (۶) عبداللہ بن حویہ سعدی تمیمی۔ (طبری ج ۵ ص ۲۷۴)

جو چھ افراد قتل کئے گئے ان کے نام یہ ہیں:۔

(۱) [حجر] بن عدی کندی (۲) قبیصہ بن ضبیعہ عبسی (۳) صیفی بن فسیل شیبانی (۴) شریک بن شداد حضرمی (۵) محرز بن شہاب تیمی (۶) کدام بن حیان عنزی (طبری ج ۵ ص ۲۷۶)

عبدالرحمٰن بن حسان عنزی اور کریم بن عفیف خثعمی کو حضرت علیؓ سے برأت کرنے کی وجہ سے رہا کر دیا گیا۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عبدالرحمٰن نے پیمانِ برأت توڑ دیا تھا کیونکہ

(آگے صفحہ ۲۰ پر دیکھیے)

کی جا چکی ہے تو وہ کانپ اٹھے، مگر وہ اس کے باوجود اپنے موقف پر ثابت قدم رہے۔ وقت مقررہ کے (گزر جانے کے) بعد مالک بن ہبیرہ (مرج عذرا ر) آیا۔ وہ اس لئے ناراض تھا کہ (حضرت) معاویہؓ نے حجر کے بارے میں اس کی سفارش قبول نہ کی تھی۔ وہ کندہ اور سکون کی ایک جماعت کے ساتھ وہاں پہنچا۔ تاکہ قیدیوں کو طاقت کے بل پر چھڑا لے جائے۔ مگر وہ لوگ قتل کئے جا چکے تھے۔ بہرصورت خلیفہ (حضرت معاویہؓ) سے اس کی ناراضگی (جلد) دور ہوگئی۔ کیوں کہ (حضرت معاویہؓ) نے اس کے پاس ایک لاکھ درہم بھیجے اور قاصد سے کہا کہ مالک بن ہبیرہ سے یہ کہنا کہ "حجر کے قتل سے معاویہؓ کے لئے اہل عراق کے خلاف دوسرے حملے کا انصرام مکمل ہو گیا۔ (یعنی حجر کے قتل سے اہل عراق کی بغاوت کا سد باب ہو گیا۔ اور حضرت معاویہؓ کو ان لوگوں پر دوسرے حملے کی ضرورت پیش نہ آئی) (اہل عراق پر حضرت معاویہؓ اور اہل شام کا) پہلا حملہ (حضرت) علیؓ کے عہد اور ان کی وفات کے بعد ہوا — اور وہ یوں کہ حجر عراق میں عنقریب فتنہ برپا کرنے والے تھے۔" مقتولین کو کفن پہنایا گیا، ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور مسلمان شرفاء کی طرح انہیں دفن کیا گیا۔

ایک مختصر سی روایت میں جسے طبری نے (ج ۲ ص ۱۱۵ و ما بعد) ابن کلبی کے واسطہ سے محمد بن سیرین سے نقل کیا ہے، حجر بن عدی ایک ایسے ناکردہ گناہ بچہ گوسفند کی صورت میں نظر آتے ہیں جسے قربان گاہ کی جانب کشاں کشاں لے جایا جائے ان کے خاندان والوں اور ساتھیوں

J1933

۴۔ اسے طبری نے ج ۵ ص ۲۷۷ میں مقتولین کے زمرہ میں شمار کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ خود طبری کے محولہ بالا مندرجہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسے مرج عذرا (دمشق) میں نہیں بلکہ کوفہ کے مقام قس الناطف میں قتل کیا گیا کیونکہ امیر معاویہؓ نے اسے زیاد کے پاس واپس بھیج دیا تھا — یوں ۱۴ افراد میں سے ۷ قتل ہوئے — اور باقی چھوڑ دیئے گئے۔

نے ان کی حمایت کرنی چاہی، لیکن انھوں نے (اپنے کو گرفتاری کے لئے) پیش کردیا، تاکہ انہیں شام بھیج دیا جائے۔ جب وہ (حضرت) معاویہؓ کے پاس آئے تو انھوں نے (حضرت معاویہؓ کو) سلام کیا (اس کے جواب میں) (حضرت) معاویہؓ نے کہا کہ "مگر اللہ کی قسم نہ تو میں تجھے معاف کروں گا اور نہ ہی یہ چاہوں گا کہ تو اپنی غلطی کی اصلاح کرے، لوگو! اسے لے جاؤ اور اس کی گردن ماردو۔" (طبری ج ۲، ص ۱۱۶ اس ۹ و ۱۰) اور حجر کی اس نقل و حرکت میں کوئی (اور) شریک نہ ہوا اس روایت سے بھی زیادہ سادہ وہ روایت ہے جسے یعقوبی نے نقل کیا ہے (ج ۲ ص ۲۷۳ و ما بعد) اور جو شیعوں کے نقطۂ خیال کی ترجمانی کرتی ہے[۱۶] (کیونکہ یعقوبی کا تعلق شیعوں سے تھا)

---

[۱۶] ابن واضح الیعقوبی کی زیر حوالہ روایت کی تلخیص ذیل میں درج کی جاتی ہے:-

"حجر بن عدی اور عمرو بن الحمق خزاعی اور ان کے ساتھی شیعان علیؓ سے تعلق رکھتے تھے۔ جب (حضرت) مغیرہؓ اور حامیان معاویہؓ منبر پر حضرت علیؓ پر لعنت بھیجتے تو یہ لوگ کھڑے ہو جاتے اور ان لوگوں پر جوابا لعنت بھیجتے تھے۔ جب زیاد کوفہ (کے گورنر ہو کر) آئے تو انھوں نے اپنا مشہور خطبہ دیا جس میں نہ تو اللہ کی حمد بیان کی گئی اور نہ ہی (حضرت) محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیجا گیا۔ زیاد بادل کی طرح گرجے، بجلی کی طرح کڑکے اور انھوں نے لوگوں کو ڈرایا دھمکایا (اسی دوران) زیاد کو اطلاع ملی کہ یہ لوگ جمع ہو کر زیاد و معاویہؓ کے خلاف سازشیں کرتے ہیں ان دونوں کی برائیاں کرتے ہیں اور لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکاتے ہیں اس لئے زیاد نے افسر پولیس کو بھیج کر ان کی ایک جماعت کو گرفتار کر لیا۔ مگر عمرو بن الحمق اور اس کے کئی ساتھی موصل بھاگ گئے۔ بعد ازاں زیاد نے حجر بن عدی اور ان کے تیرہ ساتھیوں کو اس تحریر کے ساتھ معاویہؓ کے پاس روانہ کر دیا کہ ان لوگوں نے جماعت کی مخالفت کی، حکام کے خلاف ہنگامہ آرائی کی (اور یوں) دائرۂ اطاعت سے خارج ہو گئے۔ اس پر کچھ لوگوں کی شہادتیں بھی قلم بند کی گئیں تھیں۔ یہ لوگ مرج عذرا پہنچے، جو دمشق سے چند میل کے فاصلے پر ہے تو معاویہؓ نے انکے قتل کی غرض سے آدمی بھیجے (بہرکیف) ان لوگوں میں سے چھ آدمیوں کو انھوں نے سفارش کی وجہ سے رہا کر دیا اور بقیہ سات افراد کو قتل کر دیا۔" (تاریخ الیعقوبی۔ ج ۲ ص ۲۳۰ و ۲۳۱) دار... بیروت ۱۳۷۹ھ

یہ درست ہے کہ ابومخنف کا میلان حجر کی جانب ہے۔ اور (یہ بھی درست ہے کہ) حجر نے اپنے ساتھیوں سے یہ خواہش نہ کی کہ وہ طاقت کا جواب طاقت سے دیں، بجز اس کے کہ انھوں نے تشدد کا راستہ ہموار کیا۔ لیکن (ابومخنف ہی کے بیان سے) حقیقت نفس الامر پوری وضاحت کے ساتھ ظاہر ہو جاتی ہے۔ ابوعمرطہ شیعی پہلا شخص ہے جس نے اپنی تلوار کھینچ لی اور (اس سلسلہ میں) پہلا خون بہایا۔ جب کہ پولیس والے ڈنڈوں کے سوا کسی اور چیز سے کام نہ لے رہے تھے اس طرح عبداللہ بن خلیفہ طائی نے حجر کی حمایت میں بہادری کے ساتھ جنگ کی (طبری ج ۲، ص ۱۲۱ و ۱۲۹)۔ اس میں (بھی) کوئی شبہ نہیں کہ حجر حکومت کے خلاف لوگوں کو بھڑکا رہے تھے، اور چاہتے تھے کہ اہل کوفہ کو اپنی تحریک کی جانب کھینچیں۔ اس لئے ہمارے نقطۂ نظر سے زیاد (کا موقف) صحیح تھا، اور (حضرت) معاویہؓ نے بردباری کی روش اختیار کی لیکن اس زمانے میں یہ بات ہمارے موجودہ اندازہ کے خلاف تھی، کیوں کہ (اس عہد میں) کسی مسلمان کا قتل صرف اس وقت جائز تھا جب وہ کسی دوسرے مسلمان کو قتل کر دیتا۔ یعنی جان کے عوض جان (کا اصول تھا) اور یہ طریقہ رائج تھا کہ صاحب قصاص اپنا انتقام خود لیتا تھا اور حکومت اس سلسلہ میں اس کی مدد کرتی اور اس کے لئے قصاص کا موقع فراہم کرتی تھی۔ حکومت کے خلاف واجب القتل جرم صرف یہ تھا کہ آدمی دائرۂ اسلام سے خارج ہو جائے (حتیٰ کہ) بڑی سے بڑی خیانت بھی جب تک کہ قتل بھی اس میں شامل نہ ہو (جرم گردن زدنی نہ تھا)۔ لیکن ایک شخص کو صرف اس لئے قتل کر دیا جائے کہ حکومت کے خلاف بغاوت کی، خواہ یہ قتل کتنا ہی مبنی بر انصاف کیوں نہ ہو، یہ ایسی بات تھی، جس سے لوگوں میں اشتعال پیدا ہوتا تھا خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ اس میں ایسے لوگ شامل ہوں جو بہت نمایاں ہوں۔ یہاں تک کہ اہل کوفہ نے علی العموم اسے اپنی ذلت سمجھا — والیٔ خراسان ربیع بن زیاد کے دل کو رنج والم نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا حالانکہ وہ رقیق القلب انسان نہ تھا۔ (حضرت) عائشہؓ نے اپنے سخت غصہ کا اظہار کیا۔ ایسا ہی حسن بصری نے اس (واقعہ) کے ایک عرصہ بعد کیا اور وہ اس سلسلہ میں نرم نہ ہوئے جب کہ ام المومنین

حضرت) عائشہؓ بعض خاص شخصی اسباب کی بناپر نرم پڑ گئیں[۱۷] ۔ اور کہا جاتا ہے کہ جب حضرت) معاویہؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو حجر بن عدی کے قتل پر ان کے ملامت کرنے

۱۷ے حسن بصری کی سختی اور ام المومنین کی نرمی مؤلف کے مفروضات ہیں۔ جہاں تک حجر کے قتل کا تعلق ہے ایسے ان دونوں حضرات نے پسند نہ کیا مگر اسے اتنی اہمیت بھی نہ دی کہ اس کی بنا پر حضرت معاویہؓ کو گردن زدنی سمجھتے۔ طبری کی وہ روایت جو حسن بصری کی جانب منسوب ہے (ج ۵ ص ۲۷۹) اکثر بطور استدلال پیش کی جاتی ہے۔ اور غالباً اس کے راوی ابو مخنف کا منشار بھی یہی تھا کہ اس واقعہ کو ان لوگوں کے نقطہ نگاہ سے بھی اتنا ہی قابل اعتراض ثابت کیا جائے جو اس کے مکتبہ خیال کے پیرو نہیں ہیں جتنا کہ خود ابو مخنف اور اس کے ہم خیالوں کے نزدیک وہ ہے۔ حسن بصری سے منسوب روایت پر تنقید کرنا ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ یہاں صرف اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ بحیثیت ایک مسلمان کے ایک صحابی (حضرت معاویہؓ) پر ایک تابعی (حسن بصری) کی تنقید ہمارے نزدیک ——— چھوٹا منھ اور بڑی بات کے مصداق ہے حسن بصری کی جلالتِ شان مسلم، مگر حضرت معاویہؓ جنھوں نے جمال نبوی کے دیدار کی سعادت حاصل کی اور کاتب وحی کے معزز لقب سے ملقب ہوئے، ان سے بدرجہا افضل اور بہتر ہیں۔ جہانتک کسی عام تاریخ کے طالب علم کا تعلق ہے جو بلا لحاظ مذہب تاریخی واقعات کا مطالعہ کرتا ہے اسکی نگاہ بھی تاریخی عظمت اور کارناموں کی روشنی میں جو حضرت معاویہؓ کی ذات سے وابستہ ہیں حسن بصری کی ذات مدھم اور دھندلی نظر آئے گی۔ ہمارے خیال میں ابو مخنف کی یہ روایت جو صعصعب بن زہیر کے واسطے سے حسن بصری سے مروی ہے خود حسن بصری کی مقدس شخصیت پر ایک اتہام اور بہتان سے زیادہ نہیں حفظِ مراتب کو ملحوظ رکھنا اور مقام صحابیت کو پہچاننا انہیں دوسروں سے زیادہ آتا تھا۔ وہ ایک ایسے صحابی کی شان میں جو کاتب وحی تھا، رسول اکرمؐ کا عزیز قریب تھا، خلفائے راشدین کا لائق نائب وامیر تھا اور مسلمانوں کا خلیفہ تھا ایسے الفاظ کیسے استعمال کر سکتے تھے

والے ضمیر نے انہیں سرزنش۔ لیکن انھوں نے یہ کہہ کر اس سے اظہار برأت کیا کہ جب قریش ان سے الگ ہو گئے تو وہ زیاد کے اثرات کے آگے جھک گئے (اسی طرح) حکومت پر قبائل عرب خصوصاً طاقت ور یمنی قبائل کا شدید غصہ فطری تھا۔ کیوں کہ انھوں نے محسوس کیا کہ یہ بڑے شرم کی بات تھی کہ وہ اپنے افراد (قبیلہ) کو حکومت کی گرفت سے نہ چھڑا سکے اور (حجر کی موافقت میں اس طور سے) قبائلی اور دینی مناقشات (باہم دگر) متحد ہو گئے۔ حجر کے قتل سے خصوصاً شیعوں کا غصہ بڑھ گیا، اور ان کا قتل شیعوں ... کے سید الشہدا یعنی (حضرت) حسین بن علیؓ کی شہادت کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔

احادیث نبویؐ کا شاندار ذخیرہ۔ اردو زبان میں

ترجمان السنۃ

"ترجمان السنہ" حدیث شریف کی ایک لاجواب کتاب ہے جس کے ذریعہ سے فرمودات نبوی کا نہایت اہم اور مستند و معتبر ذخیرہ نئے عنوانوں اور نئی ترتیب کے ساتھ ہماری زبان میں منتقل ہو رہا ہے۔ اس کتاب میں احادیث نبویؐ کے صاف وسلیس ترجمے کے ساتھ تمام متعلقہ مباحث و مسائل کی دلپذیر تشریح و تفسیر بھی کی گئی ہے اور اس تشریح میں سلف صالح کی پیروی کے ساتھ جدید ذہنوں اور دماغوں کی بھی پوری پوری رعایت کی گئی ہے "ترجمان السنہ" کی تالیف سے موجودہ زمانہ کی ضرورتوں اور ذہنوں کے مطابق اسلامی لٹریچر میں ایک عظیم الشان اور زبردست اضافہ ہوا ہے۔ اس مجموعہ کی ترتیب اس طرح قائم کی گئی ہے

(۱) متن مع اعراب (۲) شستہ اور عام فہم ترجمہ (۳) ہر حدیث پر مختصر تشریحی نوٹ (۴) باب کے خاتمہ پر مندرجہ حدیثوں کے متعلق ایک عام اور سیر حاصل بحث جس کا انداز روحانیت اور اثر انگیزی میں ڈوبا ہوا ہے۔

جلد اول کے شروع میں ایک مبسوط اور محققانہ مقدمہ بھی ہے جسمیں ارشادات نبوی کی اہمیت، احادیث کے درجہ استناد اور اعتبار، تدوین حدیث کی تاریخ، حجیت حدیث اور دیگر اہم عنوانات پر تفصیلی کلام کیا گیا ہے اور بہت سے ائمہ حدیث اور فقہاء رحمہم اللہ کے ضروری حالات بھی شامل کئے گئے ہیں۔ کتاب التوحید سے اصل کتاب شروع کی گئی ہے ـــــ بڑی تقطیع ۲۲×۱۹ قیمت جلد اول بارہ روپے۔ قیمت جلد دوم دس روپے قیمت جلد سوم بارہ روپے قیمت جلد چہارم چودہ روپے، اجرت فی جلد مجلد دو روپے

مکتبہ برہان۔ اردو بازار۔ جامع مسجد۔ دہلی ۶